بین المذاہب ہم آہنگی کے لئے اقوام متحدہ کا کردار

Efforts of UN for Restoration of Peace and Interfaith Co-Existence; A Glimpse of Reality

ڈاکٹر نور حیات خان*

Abstract:

Independance, freedom, peace and justice can be included in basic human needs. Need of these qualities and disliking of wars existed in human being since long.To accomplishes his task, UN was established in 1945. It is working for peace, resolution of disputes, restoration of human rights, welfare of mankind, freedom, religious and interfaifaith harmony.

This world is a temporary abode where the humans are deemed as social beings. Allah Almighty has also endowed the humans with intellect and reason which has made conflict and difference of opinion inevitable among communities. Coupled with this are factors that can prove fatal and lead the humans astray. In such a critical scenario it is high time to work for global peace and harmony and to look for ways and means that ensure mutual understanding, tolerance, respect for humanity and above all respect for all religions.

This artical descides how much successfull UN was in achieving its goals and what are the future prospects.

آزادی، خود مختاری، امن وسلامتی اور عدل وانصاف انسان کی فطری خواہش اور ضرورت ہے۔اس خواہش کی تکمیل کے لئے بین االمذاہب ہم آہنگی کے ماحول کو سازگار بنانا ضروری ہے اور عادلانہ ومنصفانہ روش اور ایک مثبت اندازِ فکر وعمل اپنانے کی ضرورت ہے، ورنہ عالمی امن اور آشتی کے دعوؤں سے عالمی رائے عامہ کا اعتماد حاصل نہیں کیا جاسکتا۔اس سلسلے میں بین المذاہب ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے اقوام متحدہ کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے اور اس مقالے میں عالمی امن واستحکام کے لئے اس کے رول کا جائزہ لیا گیا ہے۔

زمانۂ امن اور جنگ دونوں میں قیامِ امن کی ضرورت کا احساس کیا گیا ہے تاکہ اقوام عالم کے درمیان معاملات کو سلجھایا جائے۔ اس مقصد کے لیے کئی مرتبہ اجتماعات منعقد ہوئے اور گفت و شنید کا

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، اسلامک سٹڈیز نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو ئجز، اسلام آباد۔

آغاز کیا گیا اور بالآخر ۱۸ مئی ۱۸۹۹ء کو ہیگ کانفرنس منعقد ہوئی جس کا مقصد اول اور کوشش یہ تھی کہ حالاتِ حرب و ضرب پر پابندی لگا دی جائے اور ساتھ ساتھ تنازعات میں ثالثی عدالت کا قیام عمل میں لانا تھا۔ لیکن فی الوقت کامیابی نہیں ہوئی تاہم یہ سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ دوسری ہیگ کانفرنس ۱۵ جون، ۱۹۰۷ء منعقد ہوئی جس میں غیر فوجی علاقوں پر بمباری نہ کرنے کی سفارش کی گئی اور بحری جنگ میں غیر جانبدار ممالک کے حقوق و فرائض بھی متعین کئے گئے اور ساتھ یہ کہ اس کانفرس کے نتیجے میں ایک ثالث عدالت بھی معرض وجود میں آئی۔

لیگ آف نیشن کا مقصدِ قیام:

پہلی جنگِ عظیم کے بعد (۲۸ اپریل ۱۹۱۹ء کو) لیگ آف نیشن وجود میں آئی۔ اس کا مقصد ہی یہ تھا کہ دنیا میں امن وانصاف قائم کیا جائے اور معاہدات کی پابندی پر کڑی نظر رکھی جائے۔

قیام امن وانصاف بلا شبہ بہت ہی نیک خواہش ہے اور انسانوں میں یہ خواہش اور جنگوں سے نفرت ازل سے موجود ہے، تاہم لیگ آف نیشن کے ہوتے ہوئے اس خواہش کی دھجیاں اڑائی گئی اور دوسری جنگِ عظیم ہوئی جس کے نتیجے میں انسانیت تباہی سے دوچار ہوئی کیونکہ لیگ آف نیشن کے پاس ایسا کوئی اختیار اور قوت نافذہ نہیں تھی، جس کی بنیاد پر جنگ کو روکا جاسکے۔ اس وجہ سے جنیوا کنونشن (۲۹ جولائی ۱۹۲۹) کو منعقد کی گئی لیکن یہ ساری کاوشیں ثمر آور نہیں ہوئیں اور جنگی قیدیوں اور زخمیوں کے ساتھ وہی ظالمانہ اور غیر انسانی سلوک کیا گیا اور ظاہر یہ ہوا کہ لیگ آف نیشن کا مقصد جمہوری اصولوں کی بنیاد پر ایک عالمی نظام کا قیام تھا جس کو اقوام عالم طوعاً و کرہاً اپنائیں[1]۔

چونکہ امریکی سامراج میں یہودی عنصر غالب ہے، جس کی سرشت متکبرانہ ہے جو سارے عالم کے حق میں۔ انا ربکم الاعلیٰ۔ کے زعم میں مبتلا ہے۔ اس کے مقابلے میں کوئی قوم کسی شمار و قطار میں نہیں آتی۔ لہٰذا جب امریکی سینٹ میں لیگ آف نیشن کا بِل پیش ہوا تو اس کی چوتھائی اکثریت نے اس کو مسترد کر دیا اور اس طرح امریکی نظام پر حاوی یہودیوں نے اپنے مذموم مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے صہیونی (Leage of Nation) کو ختم کرانے کے بعد خاموش نہیں بیٹھے بلکہ انھوں نے پہلے سے ہی تیار کردہ منصوبے کے مطابق اقوام متحدہ نے کے قیام کا فیصلہ کر لیا، تاکہ جو کام لیگ آف نیشن ان کے لئے نہیں کر سکی وہ اقوام متحدہ انجام دیدیا[2]۔

۱۹۴۱ء میں امریکی صدر روز ویلٹ اور برطانوی وزیر اعظم چرچل نے ایک معاہدے کے ذریعے ایک عالمی نظام اور دائمی امن کی دعوت دی اور جنوری ۱۹۴۲ء میں ۲۵ حلیف ملکوں نے اقوام متحدہ کے

چارٹر پر دستخط کئے۔اس وقت سے اقوام متحدہ کی تعبیر کااستعمال شروع ہوالیکن امریکہ وہ واحد ملک تھا جس نے اقوام متحدہ کے بجائے اس ادارے کو حلیف ممالک سے تعبیر کیا۔امریکی صدر نے جون ۱۹۴۴ء میں امریکی عوام کے سامنے اس ادارے کے قیام کا باقاعدہ اعلان کر دیا پھر ۱۹۴۵ء میں سان فرانسسکو میں اقوام متحدہ کے چارٹر کااعلان کیا گیاتو اس پر پچاس ملکوں نے دستخط کئے(۳)۔

اقوام متحدہ کا قیام منشوراور اغراض و مقاصد:

بظاہر ظلم وجبر اور فساد کی روک تھام اور امن وسلامتی کو یقینی بنانے کے لئے L.N کی جگہ ۲۶جون ۱۹۴۵ء کو اقوام متحدہ (United Nation Organization) کے چارٹر پر دستخط کئے گئے۔اقوام متحدہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو معرضِ وجود آئی۔ یہ چارٹر ۲۶ صفحات پر مشتمل ہے جس میں تنظیم کے بنیادی اصول، مقاصد، تنظیمی ڈھانچے اور طریق کار کی وضاحت درج ذیل ہے۔

۱۔ آئندہ نسلوں کو جنگ کی تباہ کاریوں سے بچانا۔

۲۔ قوموں کے باہمی تنازع کو حل کرنے کیلئے بین الاقوامی قوانین بنانا، تنازعات کو ان قوانین کے ذریعے حل کروانا اور مثبت طور پر ایسے اقدامات کرنا جن سے امن کو لاحق خطرات اور جارحیت کو روکا جاسکے۔

۳۔ انسانوں کے بنیادی حقوق کے بارے میں یقین و احترام کی فضاء پیدا کرنا اور رنگ ونسل، زبان ومذہب اور جنس کی بنیاد پر امتیازات کے بغیر انسانی حقوق کو تسلیم کروانا۔

۴۔ بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لئے مثبت اقدامات کرنا۔

۵۔ باہمی آزادی و خود مختاری کا احترام کرتے ہوئے اقوام عالم کے درمیان اچھے تعلقات ودوستی کا فروغ اور اقوام عالم کو ایک دوسرے کے داخلی معاملات میں مداخلت سے روکنا (۴)۔

اقوام متحدہ کے اصول (Principles of United Nations)

منشور کی دفعہ ۲ کے تحت یہ تنظیم مندرجہ ذیل اصولوں کو بنیادی حیثیت دے گی:

۱۔ تمام اراکینِ تنظیم کو حاکمیت کی مساوات حاصل ہوگی۔

۲۔ تمام رکن ممالک اپنے فرائض کو بخوبی سرانجام دے کر اپنے تنازعات کا پرامن حل تلاش کریں گے تاکہ امن عالم کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو۔

۳۔ تمام اراکین بین الاقوامی قانون کے خلاف کاروائی نہیں کریں گے اور نہ ہی کسی ریاست کی علاقائی سالمیت اور سیاسی آزادی میں مداخلت کریں گے۔

۴۔ تمام اراکین اس عالمی تنظیم کی ہر ممکن مدد کریں گے اور اس کے فیصلوں کو نافذ کرنے میں تعاون کریں گے۔

۵۔ غیر اراکین ریاستیں بھی منشور کے مطابق امن عالم کے قیام کے لئے کارروائی کریں گی۔

۶۔ منشور کے مطابق انجمن اقوام کو کسی ریاست کے داخلی معاملات میں مداخلت کا اختیار نہیں ہے(۵)۔

اپنے وجود (۱۹۴۵ء) سے لے کر تا حال اقوام عالم کے بڑے بڑے واقعات کے پیش نظر لیگ آف نیشنز والی بات اس پر بھی پوری پوری صادق آتی ہے کہ:

''اس ادارے کے پاس بھی کوئی ایسا اختیار اور طاقت نہیں کہ جس کی بنیاد پر وہ کسی بھی بڑی قوت سے اپنی بات منوا سکے''۔

اقوام متحدہ کے ادارے، ضرورت واہمیت اور اس کے بارے میں سکالروں کی آراء:

اقوام متحدہ کے کئی ایک ادارے ہیں جن میں جنرل اسمبلی، سلامتی کونسل، معاشی ومعاشرتی کونسل، تولیتی کونسل، بین الاقوامی عدالت انصاف اور سیکرٹریٹ شامل ہیں(۶)۔

اقوام متحدہ کے بارے میں سیکرٹری جنرل تمام ریکارڈ اپنے پاس رکھتا ہے، نیز امن عالم کو برقرار رکھنے اور تنازعات کو حل کروانے کے لئے اس کا کردار مؤثر ہوتا ہے(۷)۔

The money Masters کے مصنفین (Bill Still& Patrick SJ Carmack) اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

''اصولاً بین الاقوامی بینکوں اور UNO جیسے بین الاقوامی اداروں کا تصور غلط نہیں ہے بلکہ ان کے قیام سے انسانی بھلائی کے کاموں میں مدد لی جا سکتی ہے بشرطیکہ یہ ادارے دنیا کی کمزور قوموں پر اپنی حاکمیت مسلط کر کے انہیں اپنا غلام نہ بنائیں۔ دنیا کی مختلف قوموں پر مشتمل ایک عالمی برادری کا قیام بلاشبہ وقت کی ضرورت ہے مگر جس طرح کسی معاشرے میں خاندان کی ایک اہمیت ہوتی ہے اسی طرح عالمی برادری میں شامل مختلف قوموں کو اپنی تہذیب اور تمدن کی رو سے اپنے لوگوں کے مسائل حل کرنے اور ان کی خدمت انجام دینے کی آزادی اور سہولت میسر رہنی چاہئے۔ اس کے برعکس بین الاقوامی بینکوں UN اور عالمی عدالت اور WTO جیسے اداروں کا موجودہ ڈھانچہ واضح طور پر پوری دنیا کو چند افراد کے ہاتھوں یرغمال بنانے کی خاطر استوار کیا گیا ہے لہٰذا بہتر تو یہ ہے کہ ان اداروں کو سرے سے ختم کر دیا جائے یا پھر ان میں بنیادی اصلاح کی جائے''(۸)۔

The money Mastersکے یہی مصنفین ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

'' عالمی حکومت کی بجائے قومی حکومتیں قائم رکھیں تاکہ عام ضروریات پوری کر سکیں اور اپنی تاریخی اور تمدنی حیثیت برقرار رکھ سکیں۔ جس طرح خاندانوں کو برقرار رکھنا ضروری ہے اسی طرح قوموں کو برقرار رکھنا بھی ضروری ہے۔UNO، ورلڈ بینک اور ورلڈ کورٹ کو یا تو ختم کر دیا جائے یا ان کی اس طرح اصلاح کی جائے کہ وہ قوموں کی آزادی ختم کئے بغیر مفید کام کر سکیں'' (۹)۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں وینزویلا کے صدر۔ ہوگو شاویز۔ نے ۲۰ ستمبر ۲۰۰۶ء میں تقریر کرتے ہوئے دنیا کے حالات کی روشنی میں اقوام متحدہ کی تنظیم نو کی تجویز پیش کی تھی اور کہا تھا کہ عالمی تضادات سے مؤثر اور شفاف طریقے سے نمٹنا چاہیے۔ ہمیں اقوام متحدہ کو کسی اور جگہ لے جانا چاہیے (۱۰)۔

ایک پاکستانی کالم نگار (عنصر محمود بھٹی) نے شاویز کی رائے کی تائید یوں کرتا ہے:

''اسی طرح اقوام متحدہ کا صدر مقام امریکہ میں ہونے سے بھی کافی قباحتیں پیدا ہوئی ہیں۔ اسی طرح اس تنظیم کے مالی معاملات میں امریکہ کا عمل دخل بھی کئی بیماریوں کا باعث بنا ہے اور اس طرح اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے انتخاب پر بھی امریکہ براہ راست اثرانداز ہوتا ہے'' (۱۱)۔

'' قانون بین الاقوام'' کے مصنف محمد اقبال خان نے مجلس اقوام(LN) اور اقوام متحدہ(UNO) کا تقابلی جائزہ لینے کے بعد اقوام متحدہ اور اس کے دیگر اداروں کی کامیابی اور ناکامی پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا ہے:

"اقوام متحدہ بڑی طاقتوں کا سیاسی اکھاڑا ہے ایسا بہت کم دیکھا گیا ہے کہ کسی معاملہ کو حق وانصاف کی روشنی میں حل کیا گیا ہو بلکہ ہر معاملے کا تصفیہ سیاسی بنیادوں پر ہوتا ہے۔ یہ ادارہ بھی دو گروہوں میں تقسیم ہے ایک روسی گروہ ہے اور دوسرا امریکی و برطانوی" (۱۲)۔

سلامتی کونسل کے کردار اور نمائندگی پر بحث کرتے ہوئے مصنف آگے لکھتا ہے:

''سلامتی کونسل میں نمائندگی مساوات کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ نشستوں پر اینگلو امریکی گروہ کا غلبہ ہے۔ پانچ بڑی طاقتوں کو ویٹو (حق استرداد) حاصل ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ چھوٹی اور کمزور طاقتوں پر ظلم وستم ہوتے ہیں۔ حقوق انسانی پے در پے پامال کئے جاتے ہیں لیکن اقوام متحدہ بے بس اور لاچار کھڑی منہ تکتی رہتی ہے اور اس کا سدباب نہیں کر سکتی۔ برعکس اس کے جہاں دو بڑی طاقتوں کا مسئلہ پیش ہوتا ہے تو ساری اقوام متحدہ حرکت میں آ جاتی ہے۔ بناء بریں اس ادارے سے بھی امن وانصاف کی توقعات پوری نہیں ہوئیں'' (۱۳)۔

امریکی دانشوروں اور وینزویلا کے صدر اور دیگر کے بیانات سے یہ بات بخوبی واضح ہے کہ ان عالمی اداروں نے تاحال انسانیت کے غموں اور پریشانیوں کا مداوا نہیں کیا بلکہ ان کی پریشانیوں میں اضافہ کررہے ہیں چونکہ یہ ادارے اپنے مقصد وجود کھو رہے ہیں لہٰذا بہتر ہے کہ ان کے بوجھ سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔

بین المذاہب ہم آہنگی اور قیامِ امن کا تعلق اور اقوام متحدہ کی خدمات:

اقوام متحدہ کے دستور العمل کی شق نمبر ۳۹ کے مطابق سلامتی کونسل پر دنیا میں امن وامان قائم کرنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور ان ہی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ہر اس ملک میں دخل اندازی کرے جہاں امن وامان کو تہ و بالا کیا جارہا ہو اور اس بات کا فیصلہ بھی سلامتی کونسل کے پاس محفوظ ہے کہ وہ دخل اندازی میں طاقت کا استعمال کرے یا نہ کرے۔[۱۴] کیونکہ امن عالم کو برقرار رکھنے اور تنازعات کو حل کروانے کے لئے اس کا کردار مؤثر ہوتا ہے۔ بین المذاہب ہم آہنگی جو بین الاقوامی امن وسلامتی کیلئے ضروری ہے اس سلسلے میں اقوام متحدہ کے کوششوں کا جائزہ اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

۱۔ ۳۱ اگست ۲۰۰۰ء میں اقوام متحدہ کے دفتر میں بین المذاہب مکالمے کے لئے ایک بڑی سربراہی کانفرنس منعقد کی گئی جس میں پوری دنیا سے مذہبی راہنماؤں اور افراد نے شرکت کی۔

۲۔ ۲۲ جون ۲۰۰۵ء کو بین المذاہب مکالمہ کے لئے ایک کونسل تشکیل دی گئی جس نے ایک پیپر بھی شائع کیا۔ اس کونسل کے چیئرمین ہیرو سکورائے (Hiro Sakurai) بنائے گئے ہیں جو اقوام متحدہ میں مذہبی تنظیموں (NGO's) کے کونسل کے صدر بھی ہیں[۱۵]۔

۳۔ ستمبر ۲۰۰۵ء کو اقوام متحدہ میں ایک کانفرنس منعقد کی گئی جس کا موضوع یہ تھا: Because God did not creat the universe for us to have religion[۱۶]

۴۔ ۱۲ نومبر ۲۰۰۸ء ہی کو اقوام متحدہ کے جنرل اسمبلی میں ایک خصوصی دو روزہ اجلاس منعقد کیا گیا تھا جس میں بین المذاہب ہم آہنگی کے موضوع پر مباحثہ ہوا[۱۷]۔

۵۔ اسی طرح ۱۳ نومبر ۲۰۰۸ء کو سپین میں بین المذاہب ہم آہنگی کے موضوع پر اقوام متحدہ کے زیر نگرانی ایک کانفرنس منعقد ہوئی جس میں سعودی عرب کے فرمانروا (شاہ عبداللہ) نے بھی شرکت کی[۱۸]۔

۶۔ اسی سال ۲۰۰۸ء کے ایک سیمینار اور کانفرنس بین المذاہب مکالمے کے عنوان سے اقوام متحدہ کے زیر سرپرستی منعقد کی گئی جس میں پوری دنیا سے مذہبی اور عالمی لیڈروں نے شرکت کی۔

۷۔　۲۰۰۹ء کا سال بین المذاہب ہم آہنگی کے حوالے سے اقوام متحدہ کے لئے اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس سال اقوام متحدہ نے مختلف ممالک میں بین المذاہب ہم آہنگی کیلئے نمائندے مقرر کئے تھے (۱۹)۔

۸۔　۲۶ اپریل ۲۰۱۰ء کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے زیر صدارت بین المذاہب ہم آہنگی پر ایک کانفرنس منعقد کی گئی جس کے اختتام پر سکالروں اور ماہرین نے اقوام متحدہ میں interreligious council کے قیام پر زور دار قرارداد منظور کی (۲۰)

۹۔　۲۴ اکتوبر ۲۰۱۰ء میں مذہبی انتہا پسندی سے پیدا شدہ مسائل کی صورتحال پر بحث کے لئے جنرل اسمبلی کا اجلاس ہوا اور بین المذاہب ہم آہنگی پر زور دیا گیا اور یہ کہا گیا کہ اقوام متحدہ ہر سال قراردادیں پاس کرتی ہے لیکن اس پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی (۲۱)۔

۱۰۔　۱ تا ۷ فروری ۲۰۱۱ء مذہبی جارحیت اور انتہا پسندی کے خلاف بین المذاہب ہم آہنگی کا ہفتہ منایا گیا جس کی سرپرستی اقوام متحدہ نے کی (۲۲)۔

۱۱۔　اقوام متحدہ کے زیر سرپرستی United religion initiative کے نام سے ایک کونسل بنائی گئی تاکہ مذہبی شدت پسندی سے پیدا شدہ مسائل کے حل کے لئے تمام مذاہب کے رہنماؤں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا جاسکے۔

۱۲۔　اس سلسلے میں ۱۸ فروری ۲۰۱۱ء کو مذکورہ کونسل کے زیر اہتمام بین المذاہب ہم آہنگی کا ہفتہ منائے جانے کا اعلان کیا گیا اور اسی طرح ۲۲ تا ۲۸ اکتوبر بھی اقوام متحدہ نے بین المذاہب ہم آہنگی کا ہفتہ منانے کا اعلان کیا تاکہ مذہبی انتہا پسندی کی حوصلہ شکنی کی جائے (۲۳)۔

۱۳۔　۶ مارچ ۲۰۰۱ء کو فلپائن کے شہر زمبینگو (Zimbango) میں اقوام متحدہ نے تمام مذاہب کے علماء اور رہنماؤں کی ایک کانفرنس منعقد کی تاکہ بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دیا جائے۔

۱۴۔　دسمبر ۲۰۱۱ء میں ایک بار پھر بین المذاہب ہم آہنگی کا ہفتہ منایا گیا اور قطر کے شہر دوحہ (Doha) میں ایک کانفرنس کا انعقاد کیا گیا جس کی صدارت اقوام متحدہ کے جنرل سیکریٹری بان کی مون نے کی اور امن اور برداشت کے لئے بین المذاہب مکالمے کی اہمیت پر زور دیا (۲۴)۔

اس کے علاوہ بھی اقوام متحدہ نے کئی ایک مجالس، کانفرنسیں، سیمینارز، بین المذاہب ہم آہنگی، انسانی حقوق، امن وسلامتی، برداشت اور مذہبی آزادی جیسے موضوعات پر منعقد کئے ہیں تاہم ان کاوشوں کے باجود عالمی طور پر امن روز بروز ناپید ہو رہا ہے اور سابقہ عالمی جنگوں جیسے غیر پسندیدہ بڑی لڑائی بھی

نہیں لڑی گئی مگر انسان اس سے بھی زیادہ ہلاک ہو رہے ہیں اور حقوق و قانون کی پامالیاں بھی زیادہ ہو رہی ہیں۔ اس سلسلے میں اقوام متحدہ کے خاص اداروں کے کردار کا خصوصی جائزہ درج ذیل اوراق میں لینے کی ضرورت ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ بدامنی اور پامالئ حقوق اور تشدد کی اصل وجوہات کیا ہیں۔

اقوامِ متحدہ اپنے مینڈیٹ کے آئینے میں:

چونکہ اقوام متحدہ کو امریکی صدر روزویلٹ کے پروگرام کے تحت وجود میں لایا گیا ہے اور سلامتی کونسل میں اگرچہ امریکہ کے علاوہ دوسرے بااختیار ممالک کی نمائندگی بھی شامل ہے تاہم اب تک کے UNO کے تاریخی تجزیہ سے پتہ چلتا ہے کہ چلتی صرف امریکہ ہی کی ہے۔اپنے دستور کے مطابق اقوام متحدہ کو دوسرے ممالک میں حالات کے مطابق دخل اندازی کا مینڈیٹ دے دیا گیا ہے جو صرف امریکی مفادات کی دخل اندازی کا مینڈیٹ بن کررہ گیا ہے، جس کا جائزہ درج ذیل سطور میں پیش کر دیا گیا جارہا ہے۔

۱۹۶۰ء میں افریقی ملک۔کانگو۔کے سیاسی بحران کے دوران، اقوام متحدہ نے پہلی مرتبہ کسی ملک میں عسکری طورپر دخل اندازی کی، چنانچہ جب۔چومبے۔ نے یہ اعلان کیا کہ کٹنگا کا صوبہ کانگو سے آزاد ہو کر رہے گا تو چومبے کو قتل کر دیا گیا اور سلامتی کونسل نے پہلی مرتبہ اقوام متحدہ کی فوج کانگو بھیجنے کا فیصلہ کیا جہاں نام نہاد۔امن فوج۔ نے ہزاروں بے گناہوں کو قتل کیا اور کٹنگا کے باشندوں پر وحشت ناک مظالم کئے۔ وہاں کے مواصلاتی مراکز کو تباہ کر دیا گیا تاکہ بیرونی دنیا سے کوئی رابطہ قائم نہ ہونے پائے، ہسپتالوں اور اسکولوں کو بھی برباد کر دیا گیا[۲۵]۔

دوسری طرف طرفہ تماشا دیکھئے کہ ۱۳فروری ۱۹۷۵ء میں ترکی اور یونان کے درمیان جنگ کے دوران، یونان کے تین ہزار سے زائد افراد مارے گئے کیونکہ یونان کی یہ تباہی امریکی مفادات کے مطابق تھی اسلئے انجمن اقوام متحدہ کی طرف سے ،جو امن کی پاسداری کے نام پر وجود میں آئی تھی ، کوئی دباؤ نہیں ڈالا گیا[۲۶]۔

اقوامِ متحدہ کے امن وانصاف اور حق وصداقت کے پیمانے اور معیارات دیکھئے کہ اقوام متحدہ میں امریکی صدر ٹرومین نے جوڑ توڑ سے تقسیم فلسطین کی قرارداد کے لئے دوتہائی ووٹوں کی کمی پوری کرادی جو ناقابل عمل قرار دیا گیا تھا لیکن ابھی بحث جاری تھی کہ ۱۴مئی ۱۹۴۸ء کو برطانیہ نے واشنگٹن ٹائم کے مطابق رات چھ بجے فلسطین سے دستکش ہونے کا اعلان کیا جبکہ چھ بج کر ایک منٹ پر تل ابیب میں یہودیوں نے مملکت اسرائیل کا اعلان کیا۔ دس منٹ بعد امریکہ اور پندرہ منٹ بعد روس نے اسے تسلیم کر لیا حالانکہ

ابھی اقوام متحدہ نے یہودیوں کو ریاست قائم کرنے کا مجاز نہیں بنایا تھا۔ اعلان کے وقت ۶ لاکھ سے زائد عرب بے گھر ہو چکے تھے اور یہودی اقوام متحدہ کی قرارداد کے برخلاف آدھے سے زیادہ بیت المقدس پر بھی قابض ہو چکے تھے[۲۷]۔

لیکن اس کے باوجود اسے اقوام متحدہ کا رکن بھی بنادیا گیااور اس وقت سے لیکر آج تک برطانیہ اور امریکہ اسرائیل کی سرپرستی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں ہیں[۲۸]۔

بلکہ دونوں کے علاوہ اکثر مغربی ویورپی ممالک نے اسے ایک مضبوط ایٹمی ریاست بنانے میں بھرپور تعان کیا ہے اور قوام متحدہ کی موجودگی ہیں روز بروز پھیلائو کے ساتھ ساتھ انسانی خون بھی چوس رہے ہیں اور اقوام عالم یہ تماشہ دیکھ بھی رہی ہے۔

امریکی دانشوروں (Bill Still $ Patrick SJ Carmack) نے صحیح کہا تھاکہ یہ بڑے عالمی ادارے اور عدالت انصاف چند افرادکے ہاتھوں یرغمال بنے ہوئے ہیں، ظلم وناانصافی اور جارحیت میں قانونی چارہ جوئی بہتر علاج ہے اور مناسب ذریعہ ہے مگر ایسی عدالتیں اب تک دنیامیں وجود میں نہیں آئیں جہاں طاقتور کے مقابلے میں کمزور کی شنوائی ہوسکے[۲۹]۔

حالانکہ مستقل عدالت برائے بین الاقوامی انصاف اس لئے قائم کی گئ تھی تاکہ یہ بین الاقوامی تنازعات کوانصاف کی روشنی میں حل کرنے کے ساتھ ساتھ معاہدوں کی تشریح وتوضیح کی ذمہ داری بھی ادا کرسکے۔

۷ دسمبر ۱۹۷۵ء میں جب امریکی صدر فورڈ اور ان کے مشیر ہنری کسینجر نے تیمور نامی جزیرے کا دورہ ختم کیا تو تین گھنٹے کے بعد ہی انڈونیشیائی فوج نے تیمور پر حملہ کردیا جس کے نتیجے میں ایک لاکھ سے دولاکھ کے درمیان افراد ہلاک ہوئے ،چونکہ یہ حملہ امریکی مفاد کے مطابق تھالہٰذا جب انڈونیشیائی حکومت کے خلاف پابندی لگانے پر اقوام متحدہ میں ووٹنگ ہوئی ،تو امریکہ نے حملہ آوروں کے حق میں ووٹ ڈالا جس سے انڈونیشیا کے حوصلے بڑھے اور جزیرے کے باشندوں پر نابالم بموں کی بارش کی، آسٹریلیائی پارلیمنٹ نے اس بحران کوایسی نسل کشی سے تعبیر کیا، جس کاارتکاب دوسری جنگ عظیم کے بعد کبھی نہیں کیا گیا تھا۔اسی وقت سے امریکی انتظامیہ کی طرف سے انڈونیشیا کی وقتاً فوقتاً اقتصادی امداد ہوتی رہی اور اربوں ڈالر انڈونیشیا کو دیئے گئے، سابق صدر بل کلنٹن کے دور میں بھی ۴۰۰ ملین ڈالر دیئے گئے اور ۲۷۰ ملین ڈالر کااسلحہ انڈونیشیا کوفروخت کیا گیالیکن جب انڈونیشیاکے ساتھ امریکہ کی ان بن ہوئی تو اسی ''تیمور'' جزیرے پر (جس پر امریکہ نے حملے کو جائز قرار دیا تھا)انڈونیشیائی قبضے کو نادرست قرار دیا گیااور

''تیمور''کے باشندوں کی بھرپور امداد کی گئی،آخرکار اقوام متحدہ کے ذریعے ''تیمور'' میں ریفرنڈم کرانے کے بعد اس کو آزاد کرایا گیا[۳۰]۔

دوسری طرف UNO میں اسرائیل کے خلاف ۷۰۰ سے زائد قرار دادیں پاس ہو چکی ہیں لیکن اسکا کوئی فائدہ نہیں ہوا اس کے برعکس فلسطین اکیلا ہو گیا اور اس پر قبضہ ہو گیا۔ابھی امریکہ نے دھمکی دی ہے کہ اگر سیکورٹی کونسل میں اسرائیل کے خلاف کوئی قرارداد پاس ہونے لگی تو ہم ویٹو کردیں گے[۳۱]۔

ان ہی بے ضابطگیوں کی وجہ سے مغربی سکالر وں(Paul T and Groom A.J.R led) نے صحیح کہا ہے:

''اقوام متحدہ کے رول نے ۱۹۸۰ء کے عشروں کے بعد پلٹا کھایا ہے۔لیگ آف نیشن کی طرح اقوام متحدہ کی Crediblity بھی اس وقت صفر ہو کے رہ گئی جب یہ ادارہ امریکہ ،یورپی یونین اور مستقل ممبران کے ہاتھوں بری طرح ہائی جیک ہو گیا''[۳۲]۔

امریکہ کے بڑھتے ہوئے اثرات اور اقوام متحدہ کی ناکامی کے حوالے سے ایک سکالر رقمطراز ہے:

''نیٹو کا قیام ۱۹۴۹ء میں ہوا اور دوسری طرف ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اقوام متحدہ کا ادارہ دوسری جنگ عظیم کے فوراً بعد قائم ہوا۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ نیٹو کے قیام سے پہلے ہی دنیا میں ایک ایسا ادارہ وجود میں آچکا تھا جو کہ بین الاقوامی تنازعات کو حل کرتا اور عالمی طاقت کے توازن کو برقرار رکھتا لیکن تاریخ گواہ ہے کہ اس تنظیم نے اپنے مقاصد کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔اگر یہ تنظیم صحیح طور پر اپنے فرائض انجام دیتی تو کسی اور تنظیم کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی۔سرد جنگ کے بعد ناکامی کی وجہ اس کا حق تنسیخ (Veto Power) نظر آتا ہے جن ممالک کو یہ حق حاصل ہے وہ اس تنظیم کو انصاف سے کام نہیں لینے دیتے۔

اقوام متحدہ اگر کسی مسئلے پر ایکشن لینے کا فیصلہ کرتی بھی ہے تو کوئی نہ کوئی ویٹو پاور اسے منسوخ کروادیتی ہے یہاں پر ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' والا محاورہ صادق آتا ہے۔جس طرح نیٹو میں امریکہ حاوی نظر آتا ہے بالکل اسی طرح اقوام متحدہ کے فیصلوں کا دارومدار بھی امریکہ پر ہوتا ہے۔اس کی بدترین مثال یہ ہے کہ سرد جنگ کے فوراً بعد امریکہ نے جب ۱۹۹۱ء میں عراق کے خلاف کارروائی کی تو وہ بالکل غیر قانونی تھی۔اس کارروائی کے لئے امریکہ نے دوسرے نیٹو رکن ممالک مثلاً فرانس ،برطانیہ ،جرمنی ،ترکی اور یونان پر دباؤ ڈالا کہ وہ اس میں حصہ لیں[۳۳]۔

لندن سے شائع ہونیوالے معروف اخبار ''گارڈین'' نے ۱۷-۱۱-۱۹۹۱ کو عراق کے خلاف جنگ کے بارے میں یہ سرخی لگائی'' عظیم مغالطوں پر مبنی جنگ'' کالم نگار (رچرڈ فاک جوانٹر نیشنل لاء پرنس یونیورسٹی امریکہ میں پروفیسر ہیں) نے لکھا:

''اقوام متحدہ کی طرف سے سخت رد عمل کا یہ مطلب نہیں کہ اس نے امریکہ کو جنگ کرنے کا اختیار دے دیا ہے یا امریکہ کو پوری طرح کھیل کھیلنے کی چھٹی دے دی گئ ہے جیسا کہ اس کی طرف سے تاثر دیا جارہا ہے۔ بہتر ہوگا کہ جنگ کی اجازت نہ دی جاتی، سلامتی کونسل کو اس بحران میں شروع سے آخر تک ایک نگران کا کردار ادا کرنا چاہیئے تھا۔ یہ یقینا درست ہے کہ اقوام متحدہ نے امریکہ کو اس بحران میں محدود مداخلت کا مینڈیٹ دیا ہے۔۔۔تاہم اقوام متحدہ کی طرف سے دیئے گئے اس مینڈیٹ کے متعلق کئ اہم سوال ذہنوں میں کلبلا رہے ہیں، آیا اقوام متحدہ اپنے چارٹر اور امن وانصاف کے ان مقاصد کی تکمیل میں واقعی مخلص ہے جن کے لئے اس کی تشکیل عمل میں آئی تھی۔ اس تشویش کے علاوہ یہ پریشان کن تاثر بھی پایا جاتا ہے کہ اقوام متحدہ حقیقتاً امریکی خارجہ پالیسی کی آلہ کار بن کر رہ گئ ہے۔ اس امر سے قطع نظر کہ خلیجی بحران کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے اس قضیہ میں اقوام متحدہ نے اپنی ساکھ کو پہلے ہی مشکوک بنالیا ہے۔ حقیقت میں جنگ چھیڑنے کا یہ اجازت نامہ اقوام متحدہ کے اس بنیادی مقصد سے سراسر متصادم ہے کہ وہ آئندہ نسلوں کو جنگ کی تباہ کاریوں سے بچائے گی[۳۴]۔

مقالہ نگار نے آگے چل کر اقوام متحدہ کے اس دوغلے پن کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خلیجی بحران مشرق وسطیٰ کے استحکام کے لئے ایک فریب ہے، فلسطینیوں کے ساتھ انصاف کرنے کا تو کیا ذکر ہے۔ واشنگٹن نے ان کے مطالبات پر غور کرنے کے لئے امن کانفرنس کی تجویز کو صرف ایک لفظ ''Linkage" کی بنا پر مسترد کردیا۔ اس کا اصرار ہے کہ اس مسئلے کو کویت کے قضیہ سے وابستہ نہیں کیا جاسکتا، جب کہ امریکہ کو اقوام متحدہ کی مشینری کے استعمال پر مکمل کنٹرول حاصل ہے جو اس ادارہ کی آزادانہ کارکردگی اور اس کے مستقبل کے لئے خوش آئند نہیں کیونکہ اب امریکہ دنیا کی واحد سپر پاور اور اقوام متحدہ کی مالی امداد کرنے والا اہم ذریعہ ہے۔۔۔ جبکہ مغرب نے اسرائیل فلسطین تنازعہ کی بابت سالہا سال سے غیر متوازن اپروچ کو سینے سے لگا رکھا ہے[۳۵]۔

اس صورتحال کے پیش نظر یہ درست ہے کہ ''ایک ہی علاقے کے بارے میں اقوام متحدہ کا متضاد کردار یہ یقین دلادیتا ہے کہ امن وامان کی حفاظت کے خاطر وجود میں آنے والا یہ ادارہ صرف اور صرف

امریکہ اور اس پر خفیہ حکومت کرنے والے یہودیوں کی خواہشات کو پورا کرتا ہے، خواہ اس کے لئے بدامنی اور جنگ کے حالات ہی کیوں نہ پیدا کرنا پڑے''[۳۶]۔

مصنف نے آگے سلامتی کونسل کے کردار کو یوں بیان کیا ہے:

''عراق کے بعد متفقہ طور پر سلامتی کونسل سے قرارداد منظور کرا کے افغانستان کی طالبان حکومت پر چڑھائی کی گئی، انسانی تاریخ نے بدترین نسل کشی کا مشاہدہ کیا، ہزاروں افراد (لاکھوں) کو موت کی نیند سلادیا گیا اور امریکہ کی پٹھو حکومت افغانستان پر مسلط کردی گئی''[۳۷]۔

اقوام متحدہ کے کردار کے حوالے سے ایک اور سکالر (فیض احمد شہابی) لکھتا ہے:

''امریکہ کا ایک الگ نیو ورلڈ آرڈر ہے جس پر وہ دوسری عالمی جنگ کے خاتمے سے عمل پیرا ہے۔ یہ ''امپریل ازم'' کے بجائے ''کیپیٹل ازم'' کا بھیس بدلا ہوا ہے۔ UNO اور اس کے ذیلی ادارے امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کے پشت پر ہیں۔ اب روس سمیت G-8 بھی اس کے مقاصد سے ہم آہنگ ہے''[۳۸]۔

یوں تو اقوام متحدہ کے بہت سے ذیلی ادارے وجود میں آئے لیکن خاص طور پر UDHR کا تذکرہ ضروری ہے کیونکہ اس کا تعلق براہ راست انسانی حقوق سے ہے Universal Declaration of Human Rights اقوام متحدہ کا ایک ایسا ادارہ ہے جس کی شقوں کے مطابق کسی بھی انسان کو چاہے وہ دنیا میں کہیں بھی ہو اس کا تعلق کسی بھی رنگ، مذہب، قوم یا زبان سے ہو، اسے تمام طرح کی قومی آزادی اور حق خود ارادیت حاصل ہوگا اور اس ادارے کا مقصد دنیا میں آزادی، انصاف اور امن کو قائم رکھنا ہے[۳۹]۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ کیا اقوام متحدہ اپنے ہی بنائے ہوئے قواعد وضوابط پر عمل پیرا ہے؟۔

اس کا جواب (بزبان حال اور قال) گوانتاناموبے کے فوجی لوہے کے پنجروں میں بند سیکڑوں دہشت گردوں کے وہ ٹی وی اخباری بیانات اور دوسرے انٹرویوز ہیں جو انہوں نے رہائی پانے کے بعد دیئے ہیں جس کی رو سے ان سے غیر انسانی سلوک کیا گیا ہے اور وہ ایسے سخت روحانی عذاب سے گزرے کہ فوجی اہل کار ان کے سامنے قرآن کریم پھینک کر اس پر پیشاب کیا کرتے۔ شعائر اسلام کا مذاق اڑا کر نمازیوں کے سامنے فحش جنسی حرکات میں لگ جاتے اور اس پر مستزاد یہ کہ دوران تفتیش نوجوانوں کی داڑھیوں پر خاتون فوجیوں کے مخصوص دنوں کی غلاظت مل دی جاتی اور قیدیوں کے پنجروں میں لگے کموڈوں کی غلاظت ایک ڈرم میں جمع ہو جاتی جس میں قرآن مجید بھی پھینک دیا جاتا[۴۰]۔

حقوق نسواں کے حوالے سے اقوام متحدہ کا عجیب تماشا ہے، ایک طرف خواتین کے حقوق کے نام پر بے شمار کانفرنسوں کا انعقاد کرتا رہا ہے اور جب کسی مسلمان ملک میں کوئی خاتون (مثلاً آسیہ بی بی جیسی) توہین رسالت یا کسی اور جرم کی مرتکب ہو جاتی ہے اور قانون کے شکنجے میں آ جاتی ہے تو اقوام متحدہ اور ان کے حواری این جی اوز آسمان کو سر پر اٹھا لیتے ہیں لیکن جب یہ حقوق ایک مظلوم اور بے کس و بے آسرا لکھی پڑھی مسلمان خاتون (ڈاکٹر عافیہ صدیقی جیسوں) کے ہوں تو ان کو بے گناہی کے باجود (۲۰۰۳ء تا ۲۰۰۸ء) بغیر کسی ثبوت کے قید و بند کے بعد ۸۶ سال قید کی سزا بھی دی جا سکتی ہے ایسے میں نہ تو اقوام متحدہ کے انصاف و امن کے اداروں اور نہ کسی این جی اوز کے نمک خوروں نے کوئی زحمت گوارا کی کیونکہ کسی بے فائدہ مظلوم کے لئے آواز بلند کرنے کے نتیجے میں ان کو کیا ملے گا جبکہ دوسرے بے جا اور غلط پروپیگنڈا کرنے والے کیسوں میں ان کو بھاری فنڈز ملتے ہیں لہٰذا یہ شور اور پروپیگنڈا کسی کے حقوق کے لئے نہیں فنڈز اور ڈالر کے ہضم کرنے کے واسطے ہوتا ہے ورنہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی بھی انسان ہے اور اس کے حقوق کا تقاضا ہے کہ خدمت کے یہ دعویدار اس کے لئے بھی آواز بلند کریں لیکن ایسا نہیں ہوا۔

کیا انسانوں کو آہنی پنجروں میں بند کرنا انسانی حقوق کی خلاف ورزی میں نہیں آتا؟۔ آیا اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل کی ذمہ داریوں میں یہ نہیں آتا کہ وہ کمزور انسانوں کے حقوق کی بھی پاسداری کرے اور کمزوروں کے اوپر ظلم و جبر کو روکے؟۔

اس تناظر میں یوسف الخبّاز کی نے صحیح کہا ہے کہ ''سلامتی کونسل ہی ہمیشہ سے سامراجی قوتوں کے مفاد میں کام کرتی ہے، اور بارہا ایسا ہوا ہے کہ اقوام متحدہ کو اسلام دشمنوں نے استعمال کیا ہے اور تیسری دنیا کے مفادات کے خلاف یہ ادارہ استعمال ہوتا رہا ہے[(۴۱)]۔

اس تاریخی تجزیہ کی روشنی میں اگر یہ کہا جائے کہ اقوام متحدہ میں مفادات کی سیاست چلتی ہے تو غلط نہ ہوگا۔ کیونکہ سلامتی کونسل کے مستقل ممبران کو ''ویٹو'' کا جو حق حاصل ہے جو دراصل جنگل کے قانون کے زیادہ مشابہ ہے، سلامتی کونسل کے مستقل ممبران کو یہ حق ملا ہے کہ وہ اپنے مفادات کی خاطر کسی بھی قرارداد کو مسترد کر دے خواہ اس سے امن و سلامتی کا جنازہ ہی کیوں نہ نکل جائے۔ امریکہ نے ۱۹۷۰ء تا ۱۹۹۰ء ویٹو کا یہ حق غلط ، ۶۰ مرتبہ استعمال کرکے اپنی مرضی دنیا پر مسلط کرنے کی کوشش کی ہے[(۴۲)]۔

''ڈارفور'' ایک قبائلی علاقہ ہے جہاں چراگاہوں پر لڑائی کوئی انہونی بات نہیں تاہم یہاں امریکہ اور دیگر مغربی قوتوں کے مفادات تھے تو انسانی حقوق کی پامالی کا ایک زبردست طوفان بدتمیزی کھڑا کرکے

سوڈانی صدر عمر البشیر کو مجرم قرار دیکر عالمی عدالت انصاف نے ۴مارچ ۲۰۰۹ء کو ان کے وارنٹ گرفتاری جاری کردیئے لیکن دوسری طرف ہندوستان میں پوری کی پوری بستیاں جلائی گئیں مثلاً احمد آباد، گجرات وغیرہ لیکن یہی ادارے ٹس سے مس نہیں ہوئے۔

حقیقت یہ ہے کہ آج انجمن اقوام متحدہ ہو یا سلامتی کونسل، ان کی حقیقت ایک خاموش تماشائی کی رہ گئی ہے۔ خلیجی جنگ کے بعد پابندیوں کے باعث عراق میں پانچ لاکھ بچوں کی ہلاکت، ۱۹۸۶ء میں لبنان میں اسرائیل کے ذریعے ۷۵۰۰ شہریوں کی تباہی، ۱۹۹۶ء میں ''قانا'' نامی ایمبولینس پر میزائل سے حملہ، امریکہ کے اتحادی اسرائیل کی پروردہ لبنانی ملیشیا کا مہاجر بستیوں میں قتل وغارت، لوٹ مار اور عصمت دری کا بازار گرم کرنا، اسرائیل کے وزیر اعظم ایریل شیرون کے اشاروں پر صابرہ اور شتیلہ کے مہاجر کیمپوں میں ہزاروں بے گناہوں کا قتل عام، چیچنیا، کوسوو، الجزائر، افغانستان، کشمیر وغیرہ میں لاکھوں مسلمانوں کی تہ تیغی اور برما کے روہنگیا مسلمانوں کا بہیمانہ قتل اور اقوام متحدہ میں ظالموں کے خلاف کئی طرح کی قرارداد پاس نہ ہونا، اس ادارے کی فعالیت کو مشکوک کرتی ہے[۴۳]۔

لبنان کی تباہی کے بعد اقوام متحدہ کا جنرل سیکرٹری (سابقہ کوفی عنان ۲۰۰۶ء میں) حالات کا جائزہ لینے اور یہاں لبنان میں بین الاقوامی فوج کی تعیناتی کے لئے دورے پر تھے کہ اسی وقت اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ حب الوطنی سے لبریز ترانوں کی دھن پر بلڈوزر ملبہ ہٹا رہے تھے اور لوگوں کے ہاتھوں یں حسن نصراللہ کی تصویر والے کی چین تھے۔ پریشان کن صورت اس وقت پیدا ہوئی جب ایک ادھیڑ عمر خاتون نے کوفی عنان کو پکار کر کہا کہ تم اور تمہاری اقوام متحدہ جہنم میں جاؤ اب یہاں تم کیا لینے آئے ہو۔ کیا ہماری بربادی کا تماشا دیکھنے آئے ہو، جب وہ تباہ شدہ عمارتوں کا معائنہ کرنے کے لئے اپنی گاڑی سے باہر آئے تو ہزاروں مشتعل عورتوں، بچوں اور جوانوں نے انہیں برا بھلا کہا اور ان پر فقرے کسے۔ لبنان کے اس بحران نے اقوام متحدہ کی پوزیشن کو کافی حد تک مشکوک بنادیا۔ یہ تنظیم بنائی تو دنیا کے مسائل کو حل کرنے کے لئے گئی تھی لیکن اس وقت خود ایک مسئلہ بن چکی ہے[۴۴]۔

سرب ظالموں نے پچیس ہزار مسلمانوں پر مشتمل ''سربرانیکا'' کا شہر دودنوں میں اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل اور دیگر عالمی قوتوں کی موجودگی میں اس طرح خالی کیا کہ ایک اندازے کے مطابق اس کے چھ ہزار سے زائد مرد جن کی اکثریت ۲۰ سے ۴۰ سال کی عمر پر مشتمل تھی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ اقوام متحدہ کے قائم کردہ پناہ گزین کیمپوں میں مسلمانوں کے سر ہتھوڑوں سے کچل دیئے گئے، پلوں کے اوپر اور دریا کے کناروں پر مسلمانوں کو لٹا کر ذبح کردیا گیا۔ شہر کے بڑے بڑے تندوروں میں

مسلمانوں کو زندہ جلایا گیا مگر اقوام متحدہ، سلامتی کونسل اور عالمی عدالت انصاف وغیرہ کے نام نہادوں کے دلوں میں انکے خلاف اقدام کرنے کے لئے حرکت پیدا نہیں ہوئی[۴۵]۔

غالباً مغربی دنیا کے اس جانبدارانہ رویے کو دیکھ کر L.N کے قیام کے وقت صحیح تجزیہ کرکے اقبال نے کہا تھا (فارسی اشعار کا مفہوم)

''چند کفن چوروں نے اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے ایک تنظیم بنالی''

علامہ اقبال کے کہے ہوئے اشعار سچ ثابت ہوئے اور مفاد پرستوں کی یہ یونین دوسری جنگ عظیم کو روکنے میں یکسر ناکام ہو گئی۔۔۔اور دوسری جنگ عظیم کی خاک سے اقوام متحدہ نے جنم لیا اور رکن ممالک نے کوشش کی کہ لیگ آف نیشنز کے تلخ تجربات کو نہ دہرایا جائے اور اقوام متحدہ بڑی حد تک اس مقصد میں کامیاب بھی رہی ہے(۴۶)۔ لیکن اس کامیابی کا تذکرہ وہ ہے جو سابقہ اوراق میں گزر گیا۔نہ صرف علامہ اقبال بلکہ خود مغربی شناسائوں نے بھی قیام امن، اور تخفیف اسلحہ کے اس دھوکے کو بھانپ لیا تھا ،اس سلسلے ہیں سید مودودی نے ۱۸۹۹ء کے ہیگ کانفرنس میں شریک امریکی نمائندے ''مسٹر ہولس'' کاان کوششوں کے باب میں تبصرہ ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

''ہر شخص جو سادہ لوحی کی بناء پر تخفیف اسلحہ کی تجویزوں سے توقعات وابستہ کئے بیٹھا ہے یا یہ امید رکھتا ہے کہ ایک بین الاقوامی عدالت عالیہ ایک بین الاقوامی پولیس کے ساتھ قائم ہو گی اور اس کے فیصلے دنیا پر نافذ کرائے جائیں گے اس کو آخر میں یقینا مایوس ہونا پڑے گا''[۴۷]۔

صرف یہی نہیں کہ جمعیت اقوام (LN) سے لوگ مایوس ہو گئے بلکہ آج یہی مایوسی اقوام متحدہ سے بھی پوری دنیا میں دیکھی جا سکتی ہے کہ مہذب قوانین جنگ اور اسیران جنگ کے تمام ضابطے جو موجودہ (بیسویں صدی) دور میں پامال ہو کر ہوا میں بکھیر دیئے گئے اور عراق وافغانستان اور دنیا کے دیگر حصوں میں امریکی دہشت گردی کے نام سے گوانتانا موبے اور دیگر زندانوں میں مہذب انسانوں نے غیر مہذب انسانوں کے ساتھ جو کچھ کیا اس سے انسانیت کا سر شرم سے جھک گیا ہے۔

امریکہ کی مخالفت کرنیوالے ممالک کے ساتھ سختی سے پیش آنے اور امریکی حلیفوں کے سر پر ہاتھ رکھنے کی اسی دوہری سیاست نے اقوام متحدہ کے کردار کو مشکوک اور ناقابل اعتبار بنادیا اور دنیا کے سامنے یہ آشکارا کر دیا ہے کہ اقوام متحدہ امریکہ اور صیہونیوں کی غلام ہے، جو ایک ایسی نیم حکومت کی شکل اختیار کر چکی ہے جس کو کسی بھی ملک کے داخلی وخارجی معاملات میں دخل اندازی کا مکمل حق ہے ،اب اس نیم حکومت کے عالمی حکومت بننے میں صرف اتنی دیر ہے کہ مقامی حکومتوں کا خاتمہ کر دیا جائے اور پوری دنیا

میں اس ادارے کے بنائے ہوئے قوانین نافذ کردیئے جائیں۔اسی حقیقت کی ترجمانی بطروس غالی نے یوں کی ہے:

'' اقوام متحدہ کاادارہ ایک طرح سے عالمی نظام حکومت کے قیام میں خشت اول کی حیثیت رکھتاہے''(۴۸)۔

اقوام متحدہ کے کردار کے نئی جہتوں کا جائزہ:

گزشتہ واقعات کی روشنی میں اور موجودہ عالمی حالات کے تناظر میں قوام متحدہ کے کردار کی نئی جہتیں سامنے آرہی ہیں،خود مغربی مفکرین اس تناظر میں کیاسوچتے ہیں ان کی ایک جھلک درج ذیل پیراوؤں میں مختصراًبیان کیاجاتاہے:

بعض مفکرین (۴۹)کاخیال ہے کہ اقوام متحدہ کواس صورت میں کردار اداکرناپڑتاہے جہاں انتہائی درجے انسانی بحران یا کسی ریاست کی سیاسی اور انتظامی مشینری مشکل طورپر Collaps کرے اور اقوام متحدہ کوبطور سرپرستی (Trusteeship) یاپولیس مین کا کردار اداکرناپڑجائے۔اس قسم کی صورتحال نے UNO کوایک ریاستی تشکیل جسےStatehood کہاجاسکتاہے ،دی ہے،چونکہ اقوام متحدہ کے اس Role کو عملی شکل ترقی یافتہ اقوام ہی دے چکی ہے۔انہوں نے بحرانوں کوبعض اوقات حل کرنے کی بجائے علاقے میں اپنے مفادات کے تحفظ کاذریعہ بنایاجس سے نہ صرف Status کی اپنی خودمختاری مشکوک ہوگئی بلکہ انسانی حقوق بری طرح پامال کئے گئے(۵۰)۔

۱۔نمیبیا،کمبوڈیااورانگولامیں اقوام متحدہ کی زیرنگرانی انتخابات(۵۱)۔

۲۔اقوم متحدہ کی ٹیموں کی پاکستان میں Fair and Free Electoins کے عمل کی نگرانی۔

۳۔صدر صومالیہ میں اقوام متحدہ کی زیرنگرانی خوراک کی سپلائی بعد میں UNO میر ینز کا جنرل عدید کے خلاف نبردآزماہونااور موغادیشو میں خون کی ہولی کھیلنا(۵۲)۔امریکی ہوائی جہازوں نے موغادیشو پرالقاعدہ کوبہانہ بناکر حملہ کیااور درپردہ Islamic Courts Union کی استیصال کررہے تھے۔یوگوسلاویہ کی جنگ میں اقوام متحدہ نے نیٹو کواپنے مسلح نمائندے کے طورپرکام کرنے کوکہااور استعمال کرنااور کوسوو کی جنگ کوامریکہ نے مکمل طورپر اقوام متحدہ کے بغیر ہی لڑنے کافیصلہ کرلیااور بلاشرکت غیرے نیٹو کے استعمال کی راہ اختیار کی جس میں فرانس بھی شامل تھا(۵۳)۔

۴۔IMFاور ورلڈ بینک کا ریاستوں میں آزادانہ طور پر Project Management اور متعلقہ ریاست کو شامل نہ کرنا۔ اسی کی دہائی سے (۱۹۸۰ء میں) اقوام متحدہ کی پرورده ایجنسیوں اور NGO,s کا ترقیاتی کاموں کو انجام دینااور مقامی حکومتوں کی نگرانی سے انکار[۵۴]۔

۵۔ ۱۹۹۰ء میںUNDP،کاOfficialاورNon officialترقیاتی فنڈز کو وصول کرنا لیکن اسے فلسطینیوں کے انتظام وانصرام کے لئے اپنی صوابدید اور ترجیحات سے صرف کرنااور کسی فلسطینی اتھارٹی کی نگرانی کو قبول نہ کرنا۔

۶۔ خلیجی جنگ کے بعد اقوام متحدہ کی انسپکشن ٹیم کا عراق کے کونے کونے کو چھان مارنااور ایٹمی ودیگر تباہی والے ہتھیار کو تلاش کرنا لیکن اس کے باوجود عراق کو تباہی کے منہ میں دھکیلنا۔

۷۔ خلیجی جنگ کے فوراً بعد عراق پر پہلے Oil Embargoاوراس کے بعد Oil for Foodکے لئے خوراک کی فراہمی اور نتیجتاً لاکھوں بچوں کی ہلاکتیں (جیسا کہ گزر گیا ہے)۔

۸۔برہان الدین ربانی کو بطور صدر افغانستان قبول کرنا حالانکہ طالبان کے مقابلہ میں اس کی یہ حیثیت تھی کہ نہ ذاتی پوسٹل ایڈریس اور نہ کرسی صدارت کے لئے کوئی جگہ، جبکہ طالبان کو افغان عوام کی اکثریت کی حمایت حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ ملک میں مثالی امن کے قیام، پوست کا خاتمہ اور وار لارڈز کو غیر مسلح کرنے میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی تھی لیکن اس کے باوجود ان کی حکومت کو The Most brutal Ragime of the Worldقرار دینا۔

۹۔امریکہ اور NATOکا۹/۱۱کے واقعہ کے نتیجے میں اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل کی ہدایت اور قرارداد کے بغیر عراق اور افغانستان میں حکومتوں کا تختہ دھڑام کرنا[۵۵] اور "War and Terror" قرار دینا، جسے اب بھی اقوام متحدہ کی درپردہ تائید حاصل ہے۔

۱۰۔ حال ہی (ڈاکٹر مرسی کے حکومت کے آغاز) میں مصریوں جمہوریت کی طرف بڑھنے والی جمہوری اسلامی اور سیاسی قوتوں کے لئے مشکلات پیدا کرنے والوں کی پشت پناہی اور فوجی حکمرانوں کی حکومت حوالگی میں لیت ولعل خاموشی اور درپردہ فساد وافتراق پھیلانے والی غیر سرکاری NGO,sکے دفاتر کے چھاپوں پر امریکی اور برطانوی حکومتوں کا غیر ضروری واویلا کرنا، [۵۶]۔

جبکہ اقوام متحدہ کے اپنے رجسٹرڈ ادارے موجود ہیں، آخر یہ غیر سرکاری ادارے کس مقصد کے لئے کام کر رہے ہیں؟۔

تبصرہ:

ان جیسی مثالوں اور واقعات و حالات کے پیش نظر اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ اقوام متحدہ سیاسی عالمگیریت کے "Planning & Mangement" کا حصہ ہے۔اقوام متحدہ خود اور اس کی سپیشلائزڈ ایجنسیاں ،امریکہ اور یورپی یونین کے ہاتھوں یرغمال رہی ہے،بلکہ ان کے کرتوتوں کے لئے بعض اوقات (بلکہ اکثر اوقات) قانونی جواز فراہم کرتی رہی ہے مثال کے طور پر:

- ☆ انسانی ہمدردی کی بنیاد پر مدد(Human Assistance)
- ☆ حکومتوں کی بحالی(Rehabilitation of Government)
- ☆ امن فوج اور اس کا کردار(Peace Keeping Missions)
- ☆ انسانی حقوق کا تحفظ اور اس کا اطلاق(Human Rights & its Enforce ment)
- ☆ اسلحہ کا عدم پھیلاو(Arms Control)

اوران امور پر ترقی پذیر ممالک اور خصوصاً عالم اسلام کے اندر پچھلی نصف صدی سے جاری خون ریزی اور حق خودارادیت کی تحریکوں کو منطقی انجام تک پہنچانے اور کشمیر، فلسطین، چیچنیا، بوسنیا، عراق اور افغانستان وغیرہ کے سلگتے مسائل پر خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہا ہے[۵۷]۔

ایک طرف عراق وافغانستان میں خیالی ایٹمی اور جراثیمی ہتھیاروں کا زبردست ڈھنڈورا پیٹا گیا اور اس بنیاد پر دونوں ممالک کو ہر قسم کے مہلک ہتھیاروں اور تباہی پھیلانے والے بموں سے کھنڈر بنادیا گیا اور لاکھوں بے گناہ انسان ان بموں، میزائلوں اور بھوک وافلاس سے ہلاک کئے گئے۔

صدام حسین اور ان کے ساتھیوں سمیت ۸ لاکھ سے زائد عراقی اس عراق فریڈم امریکی وار میں ہلاک کئے گئے، جنگ کے باعث ۴۷ لاکھ لوگ بے گھر جبکہ پچاس لاکھ بچے یتیم ہوئے جبکہ امریکہ نے اس جنگ پر ۲۰ کھرب ڈالر پھینک دیئے، صرف عراق پر ماہانہ اوسطاً ۶ء۲ ارب ڈالر اڑاتا رہا اور یہ بھی صرف عراق کو امن فراہم کرنے کے لئے جبکہ عراق سے انخلاء کے بعد بھی بموں اور دھماکوں کا سلسلہ جاری ہے[۵۸]۔

جبکہ افغانستان کے مختلف انسانیت سوز واقعات میں انتہائی بے دردی، سفاکی اور وحشیت سے انسانیت کو ذلیل کرکے ہلاکت سے دوچار کر دیا گیا، خواہ کنٹینروں میں دم گھٹنے سے ہزاروں اموات ہوں، قلعہ جنگی یا شبرغان جیل کے واقعات فاجعہ اور غیر انسانی کارروائیاں ہوں، صرف اس ایک کارروائی میں ۶۰۰ طالبان ہیں سے صرف ۶۰ زندہ بچ گئے اور دشت لیلیٰ میں کنٹینروں میں اجتماعی نسل کشی جیسے

واقعات خود ایک مغربی معائنہ کار (Bil' Hugland) جو جنوری میں بوسٹن کے فنریشنر کے ساتھ شبر غان جیل کے حالات اور قیدیوں کی حالت زار دیکھنے گیا تھا) نے نہایت دردمندی سے بیان کئے ہیں[۵۹]۔

پورا افغانستان لاشوں، ہڈیوں، مختلف انسانی اعضائ، اور انسانی باقیات و آثار عجائب گھر کی تصویر پیش کر رہاہے۔ یہ سب کچھ جہاں اقوام متحدہ کے مختلف دفاتر اور کارندے ہیں سے مخفی ہو رہاہے؟۔ کیا یہ ہے انسانی حقوق، عزت واحترام اور آزادی اور امن وسلامتی اور ترقی کی کہانی جو مہذب دنیا غیر مہذب انسانوں کے ساتھ روا رکھی ہوئی ہے (العیاذ باللہ)۔

جبکہ دوسری طرف ایٹمی ہتھیار و مہلکات کے کم کرنے کا ڈھنڈورا پیٹنے والے خود اس سے آگے اور کیا کچھ کر رہے ہیں۔

''اسلام'' اخبار کا ایک کالم نگار لکھتاہے:

''امریکہ بہت بڑے ماسیو آرڈیننس ائیر بلاسٹ بم (MOAB) مواب تیار کر چکاہے۔ جسے بموں کی ماں بھی کہاجاتاہے۔ مواب ۲۱ہزار پونڈ وزنی بم ہے جس میں ۹ ٹن سے زیادہ دھماکہ خیز مادہ ہوتاہے۔ مواب اتنا بڑا ہے کہ اسے کسی مال بردار طیارے کے ذریعے ہی فضا میں لے جانا اور وہاں ہدف پر گرانا ممکن ہو سکے گا یہ ایک نفسیاتی بم ہے جو ہولناک دھماکہ کے ذریعے دشمن کی صفوں میں دہشت پھیلائے گا۔

مواب کا مقابلہ کرنے کے لئے روس نے بھی ایک بہت بڑا بم تیار کیا ہے جو اضافی قوت کا حامل تھرمیو بارک بم (A.T.B.I.P) کہلاتاہے۔ اسے بموں کے باپ کا نام بھی دیا گیاہے۔ روس کے ڈپٹی آرمڈ فورسز چیف آف سٹاف الیگزینڈر روکشن کے حوالے سے بتایا گیاہے کہ یہ ہر جاندار شے کو بھاپ بنا کر اڑادے گا اور زمین میں ۹۰۰ فٹ نصف قطر کا گڑھا ڈال دے گا[۶۰]۔

علاوہ ازیں اس کالم میں کئی اور خطرناک قسم کے میزائل کا ذکر بھی ہے جس کی ۱۰منٹ میں رفتار ۶۰۰ میل جبکہ بعض کی رفتار ۵۵۰ میل فی گھنٹہ ہے لیکن اس سے کسی کو خطرہ نہیں۔ ایک طرف اپنے تحفظ میں غلیل اور پتھر سے مقابلہ کرنیوالا ہے جو دہشت گرد ہے جبکہ دوسری طرف میزائل، بم، جہاز اور ڈرون طیاروں سے حملہ کرنے والے ہیں جو کسی صورت دہشت گرد نہیں بلکہ امن پسند ہیں۔

ڈاکٹر سلومی نے اقوام متحدہ کی پالیسی کے بارے میں دو باثر امریکی پالیسی سازوں کا رویہ ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

''اقوام متحدہ کو ہمارے اس پیدائشی حق کی توثیق کرنی چاہئے کہ ہم نئے خطرات کا بھی اپنے ہی زوردار طریقے سے دفاع کا حق رکھتے ہیں جتنا کہ ہم پرانے خطرات کے دفاع کا حق رکھتے تھے۔۔۔اگر عالمی ادارہ ایسا نہ کرے تو ہمیں دہشت گردی کے خلاف اپنی جنگ پر اس کی اتھارٹی مسترد کر دینی چاہئے''(۶۱)۔

اقوام متحدہ کی توصیف و تنقید کو ملے جلے انداز میں ڈاکٹر سلومی یوں بیان کرتا ہے:

''اقوام متحدہ دوسری جنگ عظیم کے بعد اور تیسری (سرد) جنگ کے دوران اپنی بہت سی خامیوں کے باوجود عالمی امن اور بین الاقوامی استحکام کو کسی نہ کسی حد تک برقرار رکھنے میں کامیاب رہی، اس کی خامیوں میں سے ایک خامی یہ تھی کہ اس عرصے کے دوران علاقائی فوجی جھڑپوں میں براہ راست اور بالواسطہ ہلاک ہونے والے افراد کی تعداد دوسری جنگ عظیم کے دوران مارے جانے والوں کی کل تعداد سے کہیں زیادہ تھی۔اس کا ایک اور منفی پہلو یہ ہے کہ اقوام متحدہ امریکی دباؤ سے کبھی آزاد ہو سکی، نہ اس کی خارجہ پالیسی کی راہ میں رکاوٹ بن سکی''(۶۲)۔

یہ اس شخص کی گواہی ہے جو خود اس معاشرے کا حصہ ہے لیکن بعض انسان ضمیر کی حق گوئی سے مجبور ہوتے ہیں ان میں ایک ڈاکٹر ایم اے سلومی بھی ہے جس نے NGO,s کو عالمی تیغ زن قرار دیا۔کہتے ہیں:

''ان پر کنٹرول کرنا پڑے گا یا ان کا کردار محدود کرنا ہوگا''(۶۳)۔

اقوام متحدہ کے دوہرے معیارات اور متعصبانہ رویے کی یہ حالت ہے کہ اگر اسرائیلی اپنے عقوبت خانوں میں بند فلسطینیوں پر بری طرح جسمانی تشدد کریں، جسموں کو سگریٹوں سے داغیں، گالی گلوچ کریں، دھمکیاں دیں، کئی دنوں تک ان کے سروں کو ڈھانپ کر رکھ دیں، بھوکا رکھیں، تابوت نما سیلوں میں بند کریں، جسم کو بل دے کر بیڑیاں ڈال دیں، جسم کے نازک حصوں پر ہر طرح اذیت ناک تشدد کریں، بجلی کے جھٹکے دیں، شکنجوں میں جکڑ دیں، سونے نہ دیں اور کسی قسم کی طبّی سہولت سے بھی محروم کریں۔ملاقاتی خواتین کی ہر طرح بے حرمتی کرکے ننگا کریں، ان سے چھیڑ خانی بھی کریں، فحش اور غیر انسانی حرکتیں ان سے کریں۔ ان کے بچوں میں ایڈز زدہ خون کے انجکشن لگادیں اور کئی طرح سے فلسطینیوں کے انسانی واسلامی حقوق کو بری طرح پامال کر دیں تو اقوام متحدہ اور ان جیسے بے ضمیر اداروں کے بس میں نہیں کہ وہ اسرائیل کے ان انسانیت سوز پامالی حقوق رویے کی مذمت کرسکے اور ان سے بازپرس کرکے اس کے خلاف کارروائی کرے(۶۴)۔

حواشی وحوالہ جات:

۱۔ www.un.org/doc/meetings/2005/22june2005.

۲۔ www.lighthousetrailsresearch.comhtmil.

۳۔ www.voanews.com/english & www.acomonworld.com.

۴۔ www.csmonito.com .

۵۔ www.en.wikipedia.

۶۔ www.parliamentofrelegion.org.

۷۔ www.peacetoour.org.

۸۔ محمد ایوب خان، کرنل (ر)، ڈاکٹر، قرضوں کی جنگ، ص: ۴۹،۴۸، انجمن خدّام القرآن لاہور، ۲۰۰۹ء۔
(ترجمہ: The Money Mosters by:Bill Still & Patrick SJ Carmack)

۹۔ ایضاً ص: ۴۴-۴۳۔

۱۰۔ ہفت روزہ ایشیا، ص: ۱۳، ۱۲۶ اکتوبر تا یکم نومبر ۲۰۰۶ء۔

۱۱۔ عنصر محمود بھٹی، یورپی یونین نئی عالمی طاقت، ص: ۳۶۹، عکاس پبلی کیشنز اسلام آباد، اگست ۲۰۰۹ء۔

۱۲۔ خان، محمد اقبال، ایڈوکیٹ، قانون بین الاقوام، ص: ۱۱۵، منصور بک ہائوس لاہور، سن اشاعت ندارد۔

۱۳۔ ایضاً۔

۱۴۔ قانون، بین الاقوام، ص: ۹۹، ۹۸۔

۱۵۔ یاسر ندیم (مولانا): گلوبلائزیشن، ص: ۱۳۹۔ دارالاشاعت: کراچی۔ ۲۰۰۴ء۔

۱۶۔ ایضاً، ص: ۱۴۲،۱۴۱۔

۱۷۔ ندوی، نذر الحفیظ، مولانا، مغربی میڈیا اور اس کے اثرات، ص: ۵۰،۴۹، مجلس نشریات اسلام: کراچی۔۲۰۰۱ء۔

۱۸۔ ڈوگر، شاہد محمود، کون کیا ہے؟ ص: ۳۶۰، ڈوگر پبلشرز لاہور، ۲۰۱۱ء، ایضاً: قانون بین الاقوام، ص: ۱۰۷۔

۱۹۔ قانون بین الاقوام، ص: ۱۰۹۔

۲۰۔ ایضاً، ص: ۱۰۸۔

۲۱۔ کون کیا ہے؟ ص: ۳۶۱۔

۲۲۔ ایضاً۔

۲۳۔ گلوبلائزیشن اور اسلام/۱۴۳۔

۲۴۔ مائیکل بگنن مارڈنٹ، امریکاالمستبدۃ،الولایات المتحدہ وسیاسۃ السیطرۃ علی العالم/۲٦۔ ایحاد الکتاب العرب: دمشق۔۲۰۰۱ء۔

۲۵۔ مغربی میڈیا/۵۰۔

۲٦۔ گلوبلائزیشن اور اسلام، ص: ۱۴۴۔

۲۷۔ ملک، امجد حیات، نیوورلڈ آرڈر، ص: ۲۴۵، ۲۴۴، نیو چوبرجی پارک لاہور، ۱۹۹۱ء۔

۲۸۔ سیال، عمر حیات عاصم، ڈاکٹر، عالم اسلام خطرات وامکانات، ص: ۷۰، ندوۃ العلم کراچی، جنوری ۲۰۰۸ء۔

۲۹۔ دیکھئے: قرضوں کی جنگ، ص: ۵۲،۴۹۔

۳۰۔ امریکاالمستبدہ، ص: ۹٦۔

۳۱۔ مفتی ابولبابہ، شاہ منصور، قبلہ اول کفار کے حصار میں، ص: ۳٦۴۔ادارۃالانوار: کراچی۔۱۴۲۸ھ۔

۳۲۔ Paul T and Groom A.J.R led, The United nation at the millennim, A detailed accound of UNO.

۳۳۔ معارف مجلّہ تحقیق، ص: ۷۸، ۷۷، ادارہ معارفِ اسلامی، کراچی، جنوری۔جون ۲۰۱۱ء۔

(بحوالہ Shah, Syed Imdad, Nato role in Europe and beyond : Implication for the Muslim World 2005-6.)

۳۴۔ ساگر، طارق اسماعیل، صیہونیت اور عالم اسلام، ص: ۳۸،۳۹، مکتبہ القریش: قذافی مارکیٹ لاہور۔۱۹۹۵ء۔

۳۵۔ ایضاً، ص: ۴۳، ۴۲۔

۳٦۔ گلوبلائزیشن اور اسلام، ص: ۱۴٦، ۱۴۵۔

۳۷۔ ایضاً۔

۳۸۔ شہابی، فیض احمد، عیسائی یہودی NGO,s گٹھ جوڑ، ص: ۲۳، ادارہ معارف اسلامی: لاہور۔۲۰۰۵ء۔

(بحوالہ Imperial America : The Bush Assault on the world order, by John.)

۳۹۔ Universal Declaration of Human Rights. www. Hrccr .org/doc/ universal_md Dcl.html

۴۰۔ ترجمان القرآن، ص: ۳۵، ۳۴،جون ۲۰۰۵ء۔

۴۱۔ ترجمان القرآن، ص: ۹۷، ۸۷،فروری ۲۰۰۸ء۔

۴۲۔ گلوبلائزیشن اور اسلام، ص: ۱۴۸۔

۴۳۔ ترجمان القرآن، ص: ٦۳، ٦۲جون ۲۰۰۵ء۔

۴۴۔ ایشیاء ص: ۷، ۲۱تا ۱۳دسمبر ۲۰۰٦ء۔

۴۵۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے: راقم الحروف کا مقالہ : عصر حاضر اور بین المذاہب ہم آہنگی: برائے پی ایچ ڈی، شعبہ اسلامیات، نمل، ۲۰۱۲ء، ص: ۲۸۲۔

۴٦۔ عنصر محمود بھٹی، نئی عالمی طاقت، ص: ۳٦۷۔

۴۷۔ مودودی، ابوالاعلیٰ (سید)، الجہاد فی الاسلام، ص: ۴۸۸، ادارہ ترجمان القرآن: لاہور، ۲۰۰۷ء۔ (بحوالہ ٹائمز، مورخہ یکم اگست ۱۹۹۹ء)۔

۴۸۔ بطرس غالی، عالمی حکومت، مطبوعہ ۱۹۹۷ء، مغربی میڈیا، ص: ۸۵، گلوبلائزیشن، ص: ۱۹۹۔

۴۹۔ مثلاً: Hertz J.H & Paul

۵۰۔ Paul T.The U.N & Intervention with in states P :10-13, Hortz J.H, Globalization of politics, P: 347-352.

۵۱۔ As per article 2(7) of the UN chapter, which authori UN to intervence in any state on place of humanitarian Assistance. A highly constrovercial articale.

۵۲ News, Jan 10,2007.

۵۳۔ شاہد سجاد، روزنامہ اوصاف (آف سنڈے میگزین) ٦اپریل ۲۰۰۳ء۔

۵۴۔ Pane T. Justice with in states, P: 18.

۵۵۔ As a "Regime change US & US direct forcible intervention with in states.

۵٦۔ روزنامہ اسلام، کراچی، دسمبر ۲۰۰۱ء۔

۵۷۔ مقدس اللہ، عالمگیریت اسلامی تناظر میں، ص: ۲۱۸، ۲۱۷، پی ایچ ڈی ،مقالہ :جامعہ پشاور، جون ۲۰۰۷ء۔

۵۸۔ دیکھئے: روزنامہ اسلام، ۲۱دسمبر ۲۰۱۱ء۔

۵۹۔ امریکہ، دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد، ص: ۲٦۱-۲۳۸۔

٦۰۔ روزنامہ اسلام، ۵ جنوری ۲۰۱۲ء۔

۶۱۔ David Frum & Richard Perle, an End to Evil, P: 233, Balantinc books, 2004.

۶۲۔ سلومی، ایم اے (ڈاکٹر)، دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کے معصوم شکار، ص: ۴۵۔ مترجم: محمد یحییٰ خان۔، نگارشات، پبلشرز: لاہور۔ ۲۰۰۸ء۔

۶۳۔ ایضاً، ص: ۳۲۔

۶۴۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے: محمد متین خالد، حقوق انسانی کی آڑ میں، ص: ۱۲۴تا ۱۲۷، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان، ۲۰۰۳ء۔